مجلّہ الدراسات القرآنیۃ (Journal of Quranic Studies) - ایک تعارف

تحریر: سامر رشوانی

ترجمہ: ابوسعد اعظمی

(مقالہ نگار نے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز (SOAS)، لندن یونیورسٹی سے شائع ہونے والے مجلّہ Journal of Quranic Studies کو قرآنیات کا پہلا اختصاصی مجلّہ قرار دیا ہے۔ یہ خیال درست نہیں ہے۔ یہ جرنل ۱۹۹۹ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔ اس سے چودہ سال پہلے جولائی ۱۹۸۵ء سے ششماہی مجلّہ علوم القرآن (ادارہ علوم القرآن، شبلی باغ، علی گڑھ) کی اشاعت شروع ہوچکی تھی۔ چنانچہ قرآنیات پر پہلا اختصاصی رسالہ ہونے کا شرف مجلّہ علوم القرآن کو حاصل ہے جس کی اشاعت بدستور جاری ہے۔ علی گڑھ میں زیر تعارف مجلّہ کی فائلیں پروفیسر خلیق احمد نظامی مرکز برائے علوم القرآن کی لائبریری میں دستیاب ہیں۔ ادارہ)

یہ خبر یقیناً باعث حیرت واستعجاب ہے کہ قرآنی تحقیقات جیسے وسیع وعریض اور ہمہ جہت وہمہ گیر موضوع پر بحث وتحقیق کے لئے اختصاصی قرآنی مجلات کی تعداد آج بھی بلاد عرب، عالم اسلام اور یوروپی ممالک میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ حقیقت یہ کہ پوری بیسویں صدی عیسوی کے دوران عالم عرب میں ایک بھی ایسا مستند علمی مجلّہ نظر نہیں آتا جو

قرآنی تحقیقات کے لئے مخصوص رہا ہو۔البتہ گزشتہ دہائی میں چند قرآنی اختصاصی مجلّات منظر عام پر آئے ہیں۔ان میں شاہ فہد کمپلیکس برائے طباعت واشاعتِ مصحف شریف سے شائع ہونے والا علمی مجلّہ ''الدراسات القرآنیۃ''[۱] معہد الشاطبی کا مجلّہ ''الدراسات القرآنیۃ''[۲] اور ''مجلۃ الفرقان'' قابل ذکر ہیں۔عالمی سطح پر فارسی زبان میں بعض اختصاصی قرآنی مجلّات تک رسائی ہوئی ہے لیکن ان کی تعداد انتہائی مختصر ہے اور علمی دنیا میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔مغرب میں استشراقی مطالعات کی قدیم روایت اور اسلام سے متعلق بحث وتحقیق کے لئے اختصاصی مجلّات کی کثرت کے باوجود بیسویں صدی عیسوی کے آخر تک قرآنیات سے متعلق کسی اختصاصی مجلّہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔بالآخر اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز (SOAS)،لندن یونیورسٹی کے مرکز الدراسات الشرقیۃ نے قرآنیات سے متعلق اختصاصی علمی مجلّہ کی اشاعت کا فیصلہ کیا اور ۱۹۹۹ء میں "journal of Quranic Studies" کے نام سے اس کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا۔اس وقت سے اس مقالہ کی اشاعت تک اس ششماہی مجلّہ کے چودہ شمارہ شائع ہو چکے ہیں۔

مجلّہ الدراسات القرآنیۃ

اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز(SOAS)،لندن یونیورسٹی میں استاذ اور مرکز الدراسات الاسلامیۃ کے سربراہ،مجلّہ کے ایڈیٹر پروفیسر عبدالحلیم[۳] نے مجلّہ کے پہلے شمارہ میں شامل اپنے اداریہ میں قرآنیات پر کسی اختصاصی وعلمی مجلّہ کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ایک ایسا علمی مجلّہ شروع کیا جائے جس سے قرآنیات کے میدان میں ہونے والی پیش رفت کا اندازہ ہو سکے۔اس ضمن میں مجلّہ کے ادارتی بورڈ نے اس کے دو اہم مقاصد طے کئے:

(۱)فہم قرآن اور اس موضوع پر بحث وتحقیق کے میدان میں روز اول سے ہونے والی قرآنی پیش رفت کا صحیح ادراک۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن کریم کی جمع وترتیب اور تاریخ وتدوین سے متعلق بحث وتحقیق سے دلچسپی سے متعلق مختلف رجحانات کا صرف ایک محدود گوشہ ہی ہمارے سامنے آپاتا ہے جسے محققین مقدس متن،ثقافتی وتاریخی

ماخذ اور بلند پایہ ادبی شہ پارہ کی حیثیت سے اپنی قرآنی تحقیقات میں شامل کرتے ہیں۔ چوں کہ تمام رجحانات ایک دوسرے کے حق میں معاون ہوسکتے ہیں، اس لئے علمی مجلّہ کا اختصاص قرآنیات کے میدان میں مختلف جدید نقطہ ہائے نظر کو ایک ساتھ لانے کا سب سے بہترین طریقہ ہے۔ انہی امور کے پیش نظر مجلّہ ''الدراسات القرآنیۃ'' کا یہ مقصد قرار پایا کہ قرآنیات سے شغف رکھنے والوں کے لئے ایک مشترکہ پلیٹ فارم فراہم کیا جائے، جہاں کسی کی رائے کا قبول کرنا دوسرے کے لئے ضروری نہ ہو اور نہ ہی اختلافی مسائل سے صرف نظر کیا جائے۔

اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لیے ان علمی وفنی اصول وضوابط کا پاس ولحاظ انتہائی ضروری ہے، جو افکار ونظریات تک پہنچنے کے لیے خالص بحث وتحقیق پر قائم ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان جدید رجحانات سے بھی آگاہی ضروری ہے جو متون اور عموماً قرآنی مطالعات میں بہترین روایات پر قائم ہیں[۲۲]۔

(ب) قرآنیات کے میدان میں اسلامی اور مغربی ورثہ کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج کو کم کرنا، کیونکہ دونوں ہی زمرہ کے مصنّفین کی تحریروں کا رخ عموماً اپنے ہی دائرۂ ثقافت کے قارئین کی طرف ہوتا ہے۔ مدیر مجلّہ کی نظر میں یہ ایک تشویشناک لیکن ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ اس لئے مجلّہ کے ادارتی بورڈ نے اس خلیج کو کم کرنا اور اس صورتحال پر قابو پانا اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مجلّہ کی اشاعت اسی وقت مفید اور موضوع کا حق ادا کرنے میں کامیاب ہوگی جب ہر فریق کے لیے اظہار رائے کا یکساں موقع ہو۔ اسی طرح قرآنیات کے میدان میں صحیح طور پر پیش رفت اسی وقت ہوسکتی ہے جب اس کے صفحات میں ہر عمدہ اور مفید گفتگو کی گنجائش ہو، قطعِ نظر اس سے کہ اس کا سرچشمہ کیا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس اساس پر ہوگا جس میں فریقین متفق ہوں گے، اس وقت تک اس کی اہمیت ہوگی جب تک کہ اختلافات مانع نہ ہوں۔

قرآنیات کے موضوع پر اسلامی اور مغربی استشراقی رجحانات کو مزید مستحکم کرنے کے لئے مجلّہ نے عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا

ہے، جس کا اہتمام بالعموم اس طرح کے معروف استشراقی مجلّات میں نظر نہیں آتا۔ مجلّہ کے ادارتی بورڈ نے یہ وضاحت بھی کردی ہے کہ اس میں دوسری زبانوں کی شمولیت بھی ممکن ہے جس کا فیصلہ آئندہ ابھرنے والی صورتحال کے پیش نظر ہی کیا جائے گا۔ ان کا یہ انتخاب اس حقیقت کے پیش نظر ہے کہ عربی زبان قرآن کریم کی زبان ہے اور پورے عالمِ اسلام میں قرآنیات کے موضوع پر بحث و تحقیق کی علمی زبان ہے۔ اسی طرح قرآنیات کے موضوع پر بہت سی علمی تحریروں کی زبان انگریزی ہے اور عموماً قرآنیات کے ماہرین عربی و انگریزی زبان کا فہم رکھتے ہیں۵۔

مجلّہ کے ابواب

مجلہ چار ابواب پر مشتمل ہے:

(۱) انگریزی مقالات۔ مجلّہ کا بڑا حصہ انگریزی مقالات پر مشتمل ہوتا ہے، اس میں مغربی مستشرقین، غیر عرب مسلمان اور انگریزی زبان کی اہلیت رکھنے والے بعض عرب مسلمانوں کی تحریریں شامل ہوتی ہیں۔ مستشرقین میں جوزیف فان ایس، انجلیکا نیوفرث، نیل روبنسن، اُ.ھ. جونز شامل ہیں۔ غیر عرب مسلم اسکالرس میں مصطفیٰ شاہ (ان کے اب تک مجلّہ میں سب سے زیادہ چھ مقالات شامل ہیں)، یاسین داتون، عبداللہ سعید، مستنصر میر اور بعض دوسرے افراد شامل ہیں۔

(۲) کتابوں پر تبصرہ۔ یورپ، امریکا اور عالم اسلام سے شائع ہونے والی کتابوں کے تعارف کے لئے ایک خاص باب ہے، اس کا تعلق قرآنی مطالعات سے ہے۔

(۳) خبریں، رپورٹ اور مراسلہ۔ اس باب میں قرآنیات سے متعلق واقعات، جدید کتب کی اشاعت، خاص پروگرامس، کانفرنسز یا علمی منصوبوں وغیرہ کے بارے میں مختصر اطلاعات فراہم کی جاتی ہیں۔

موجودہ دونوں ابواب کا قیام خاص اسی پس منظر میں ہوا ہے کہ ان کے ذریعہ قرآنیات کے میدان میں کانفرنسز، جدید تحقیقات اور نصابی پروگرامس سے متعلق معلومات میں پائی جانے والی کمی کا ازالہ ہوسکے۔

(۴) عربی مقالات - اگرچہ اس کا تناسب مختصر ہے، کیونکہ ہر شمارے میں صرف دو عربی مقالات شامل ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس میں عرب مقالہ نگاروں کی تعداد بھی کم ہے جس سے عالم عرب میں اس کی عدم اشاعت اور ایسے ماہرین کی کمیابی کا اندازہ ہوتا ہے جو اس کی اشاعت سے باخبر ہوں۔ اب تک کے شماروں میں چھ عرب مقالہ نگار کے ہی نام (تمام حسان، احمد مختار، عبدالحمید مدکور، حسن الشافعی، جاسر ابو اصفیہ، عبدالرحمٰن مطرودی) ہمیں ملے ہیں۔

مجلّہ کا منہج

مجلّہ میں کس خاص منہج کا التزام کیا گیا ہے، قطعی طور پر اس کی تعیین بڑی مشکل ہے، اس کے دو وجوہ ہیں:

اولاً خود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے۔ ثانیاً اس میں مختلف مناہج اور علمیاتی رجحانات (Epistimological approch) کی آمیزش ہے جیسا کہ اس کے اولین تعارفی کلمات میں وضاحت آچکی ہے۔ لیکن اگر ہم اس صورت حال پر روشنی ڈالنا چاہیں جس کے ذریعہ مجلّہ کا پیغام اور اس کا مقصد ہمارے سامنے واضح ہوجائے تو ہم مصطفیٰ شاہ کے کسی ایک تحقیقی مقالہ کے حوالہ سے کچھ تفصیل سے کہہ سکتے ہیں۔ (واضح رہے کہ مصطفیٰ شاہ مجلّہ کے مستقل مقالہ نگار ہیں اور کسی نہ کسی حیثیت میں مجلّہ کے فروغ میں ان کا اہم کردار رہا ہے)۔ ''نشأة التفكير اللغوى العربى واسهام قراء القرآن ونحاة الكوفة والبصرة فيه'' (عربی لسانیاتی فکر کا آغاز اور قراء قرآن اور کوفہ و بصرہ کے ماہرین نحو کا اس میں حصہ) کے عنوان سے ان کے طویل مقالہ کو اگر ہم مجلّہ کے منہج کی وضاحت کے لئے منتخب کریں تو اس میں یہ منہجی خطوط نظر آتے ہیں:

☆ اسلامی ورثہ سے گہری واقفیت اور اس کا تنقیدی جائزہ۔

☆ عربی لسانیاتی فکر کے آغاز کے موضوع پر عرب و مستشرق مصنفین سے آگے قدیم وجدید تمام تحقیقات کا احاطہ اور ان تحقیقات کی تلاش وجستجو جو اس میدان

میں نفع بخش ہوں۔

☆ جدید تحقیقات ونظریات بالخصوص مستشرقین کے پیش کردہ نظریات کا تنقیدی و معروضی محاکمہ، جس سے قابل اعتماد پہلو نمایاں ہوتے ہیں اور کمزور پہلوؤں کی تنقید ہوتی ہے۔

☆ مجلّہ میں شائع شدہ بیشتر تحریروں میں ان اساسی خطوط کی پابندی نظر آتی ہے۔ اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ وہ اسلامی واستشراقی تحقیقات میں در آئی خلیج کو پاٹنے کے خواہش مند ہیں اوران کی آرزو ہے کہ ان معذرت خواہانہ طرز فکر (Approch) سے گریز کیا جائے جس سے معلومات کی سطح میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ذیل میں اس پوری بحث کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

مصطفیٰ شاہ کا خیال ہے کہ طبقات اللغویین والنحاۃ اوراس طرح کی بیشتر تحریریں جن میں عربی لسانیاتی علوم کے آغاز وارتقاء کی تاریخ بیان کی گئی ہے،ان میں ابتدائی لسانیاتی ورثہ کے آغاز وارتقاء میں قراءِ قرآن کی خدمات کوعموماً نظر انداز کیا گیا ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کتب کے مصنّفین عموماً اس وقت کے رائج لسانی مدرسوں کوفہ اور بصرہ میں سے کسی ایک کے پیروکار رہے ہیں۔ان کی پوری توجہ اپنے مدرسہ کے لسانی کارناموں کومستقل حیثیت عطا کرنے اوراسے منفرد بنانے میں صرف ہوئی ہے۔اس کے باوجود کہ قراء القرآن کولسانی تجزیہ کے ابتدائی قواعد کے آغاز وارتقاء میں اولیت حاصل رہی ہے، انہوں نے عمداً ان کے ذکر سے اجتناب کیا ہے اورانہیں اس حیثیت سے دیکھا ہے کہ وہ قرآن وزبان کے مطالعہ کے باب میں قدیم طرز اورمتروک طریقۂ کار کی تطبیق کرتے ہیں۔

اس تناظر میں مصطفیٰ شاہ لسانیاتی ورثہ کی ابتدائی نشو ونما اور خصوصا قراء القرآن کے پیش کردہ کردار کا غائرانہ جائزہ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کے سامنے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ بنیادی طور پر علوم لسانیات کا آغاز متن قرآنی کی خدمت کے مقصد کے تحت ہوا تھا۔اوراس وقت ان میں سرِ فہرست قراء القرآن تھے جنہوں نے زبان کے

مطالعہ میں توظیفی طرز فکر (functional approch) کا سہارا لیا اور ہجاء، رسم اور نقطہ کے موضوع پر تصانیف تیار کیں۔ اسی طرح انہوں نے مختلف قراءات اور مصاحف کے درمیان اختلاف کو واضح کیا، اسی کے ساتھ عربی زبان کی صوتی خصوصیات اور مقامات قرآن کریم سے اس کے تعلق پر اہم ترین تحقیقات پیش کیں اور وقف وابتداء کے اصول و قواعد وضع کیے۔

قراء نے خود اپنے آپ کو قرآن کی ادائیگی کا محافظ خیال کیا اور ان کا لسانیاتی طرز فکر اسی اصول پر مبنی ہوئی کہ "القــراء ۃ ستۃ"۔ ساتھ ہی قراء میں چند ایسی شخصیات رونما ہوئیں جنہوں نے قرآنی قرائتوں کی لسانی خصوصیات کی نظریاتی تشریحات پیش کیں اور نحو کے اصول وقواعد کے انضباط میں اہم کرادار ادا کیا۔

قراءات قرآنیۃ اور ان کی تفسیر کے لسانیاتی امتیازات کے تحلیل وتجزیہ میں بحث کے جن لسانی ذرائع کا استعمال کیا گیا ہے، ان میں بیشتر کا انحصار عربی شاعری، واقعات اور عربوں کے منقولات پر ہے اور اس مواد کی روشنی میں نحوی قراء نے لسانی تحلیل وتجزیہ کے نمونوں کو فروغ دینے کی خدمت انجام دی ہے جو بعد میں نحوی بحث وتحقیق کے لیے مثال بن گئے۔ ان کاوشوں کے نتیجہ میں قراءات قرآنیہ مقررہ لسانی اقدار کے موافق ہوگئیں اور پھر بعض حالات میں اصلاح کے مطالبات شروع ہوئے۔ اس میں مطلق کوئی برائی کا پہلو نہیں تھا بلکہ یہ فن لغت سے گہرے تعلق کا نتیجہ تھا اور نتیجتاً اس سے عربی لسانیاتی فکر کی پیش رفت میں اضافہ ہوا۔

لغۃ القرآن کی یہ قدیم تجریدی طرز فکر (Initial abstract primitive approach) ہی درحقیقت کوفہ وبصرہ میں لسانی ورثہ کے تدریجی ظہور کا آغاز تھا۔ اسے زبان کے عام نظریہ کی تشکیل میں سب سے زیادہ مؤثر اور حیات بخش سرمایہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ایک ایسا نظریہ ہے جس میں یہ اعتراف ملتا ہے کہ بنیادی طور پر اس کا آغاز خدمتِ قرآن کے مقصد سے ہوا تھا۔ اسی طرح کوفہ وبصرہ کے دونوں مدرسوں نے اس عام ڈگر سے سرمو انحراف نہیں کیا جو قراء کی دلچسپی کے موضوعات تھے، بلکہ انہوں نے بھی

نقط،اعجام،ہجاء،وقف،ابتداء، ادغام،ہمز،اختلاف المصاحف اور وجوہ القراءت جیسے موضوعات پر تصنیفی سلسلہ شروع کیا۔

اپنی اس تحقیق کی روشنی میں مصطفیٰ شاہ نے عربی لسانیاتی فکر کے ارتقاء کی واضح صورتحال آغاز سے لے کر سیبویہ اوراس کے ہم پایہ بعض دوسرے ماہرینِ لغت کے ذریعہ سنہری دور کا سفر طے کرنے تک نہایت حسن وخوبی سے پیش کردیا۔اس تناظر میں انھوں نے سب سے پہلے قدیم قراء کی خدمات کا تذکرہ کیا اور زبان کی توظیفی طرز فکر (functional approch to language) کا بھی۔ اس کے بعد انھوں نے اس کیفیت پر روشنی ڈالی جس کے ذریعہ کوفہ وبصرہ نامی مدرسوں میں لسانیاتی فکر کا ارتقاء ہوا۔ اس فکر کے ارتقاءاوراس کی رہنمائی میں خاص ان مدارس کے قراء کی کیا خدمات رہی ہیں ان کا بھی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہاں تک نحوی ولسانی مطالعہ اس مرحلہ میں داخل ہوگیا جب وہ قراءت سے الگ مستقل بالذات فن بن گیا۔اور متن قرآنی اوراس کی قراءتوں کے محافظ کے اور اس کی نحوی خصوصیات کے لحاظ سے قراء اور نحویین کے درمیان واضح توظیفی تفریق (clear functional distinction) کی ابتدا ہوگئی۔

مجلّہ کے موضوعات

گرچہ مجلّہ کی اشاعت کو ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا،تاہم اس نے علوم القرآن کے مختلف پہلوؤں عموماً تفسیر اور بالخصوص قصص قرآنی سے متعلق بہت سے مسائل کو موضوعِ بحث بنایاہے۔ اس کے علاوہ لغوی ومعنوی مطالعات (Sementical and linguistic studies)،تاریخ تفسیر، اس کے بعض رجحانات، بلاغی وبیانی پہلو،اسی طرح ترجمۂ قرآن اوراس سے متعلق اشکالات وچیلنجز کے مطالعہ کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔مجلّہ میں درج ذیل موضوعات کا خاص طور سے احاطہ کیا گیا ہے:

۱۔الدراسات التفسیریۃ

مجلّہ میں شائع شدہ مقالات کا بڑا حصہ اسی پر مشتمل ہے،اس میں متعدد پہلوؤں

سے متن قرآن کو موضوع بحث بنایا گیا ہے:

(الف) بنية السورة القرآنية

متعدد ایسے مقالات اس میں شامل ہیں جس نے ایک ہی سورہ کی موضوعی وحدت اور معنوی افادیت کو موضوع بحث بنایا ہے۔ ذیل میں چند مقالات مع مقالہ نگار کی فہرست اور تفصیل اشاعت کے پیش کیے جائیں گے، جس سے موضوع کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

''دراسات عن البنية والتاويل فی سورة المومنون'' (سورہ مومنون کا تفسیری وساختیاتی مطالعہ، ۱/۲۰۰۰ء) ''الترابط الموضوعی فی سورة المائدة'' (سورہ مائدہ میں موضوعی ربط، ۱/۲۰۰۱ء) ''الجدل الکتابی حول الانتساب الی ابراهيم عليه السلام فی سورة الاعراف وصلته بالجدل الذی ظهر فی سورة البقرة'' (سورہ اعراف میں حضرت ابراہیمؑ سے نسبت پر اہل کتاب کا اختلاف اور سورہ بقرہ میں ظاہر ہونے والے اختلاف سے اس کا تعلق، ۲/۲۰۰۴ء) کے عنوان سے نیل ربنسون[۶]، ویلز یونیورسٹی کے تین اہم مقالات شائع ہو چکے ہیں[۷]۔ نیز ''سورة الكهف بنية وعلامات'' (سورہ کہف: ساخت واشارات) کے عنوان سے اس ذیلی موضوع پر لیڈز یونیورسٹی کے ایان ریتشار دنیتون کا مقالہ بھی (۱/۲۰۰۰ء) کے شمارے کی زینت ہے۔

(ب) دراسات القصص القرآنی

پروفیسر ھ. جونز جامعہ آستریلیا القومیۃ کے تین اہم مقالات ''ایوب ویونس عليه السلام'' (حضرت ایوب وحضرت یونس علیہما السلام کی سرگزشت) کے عنوان سے (۱/۱۹۹۹ء) (۲/۲۰۰۱ء) (۱/۲۰۰۲ء) اور (۲/۲۰۰۳ء) کے شمارے میں شامل ہیں۔ اس میں جمالیاتی وساختیاتی پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

الجامعۃ الحرۃ، برلین کے انجلیکا نیورث کا طویل مقالہ ''قصة الخلق فی القرآن'' (قرآن کریم میں خلق انسانی کا واقعہ) کے عنوان سے (۱-۲/۲۰۰۰ء) کے شمارہ میں ہے۔ اس میں نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے کہ تدوین سے قبل زبانی اور مدون وتحریر شدہ

متن کے مرحلہ میں فرق پیدا ہوجاتا ہے، اس بنیاد پر کہ ان دونوں کے درمیان کے مرحلہ میں زبردست ارتقاء ہوا جس کا متن قرآنی میں دراما کے ظہور سے تعلق ہے۔

جامعہ ینغستاون کے مستنصر میر نے جدید ہندستان کے نامور مفسر علامہ حمیدالدین فراہی کی تفسیر سورہ فیل کا مطالعہ (۲۰۰۵/۱ء) کے شمارہ میں جائزہ پیش کیا ہے۔اس میں انہوں نے ابرہہ کے خانہ کعبہ پر حملہ کی عام تفاسیر کی ڈگر سے ہٹ کر بالکل اچھوتی تفسیر پیش کی ہے۔ساکریا یونیورسٹی کے اسماعیل بیرق نے ''قصة العجل الذهبی فی القرآن '' (قرآن کریم میں سونے کے بچھڑے کا واقعہ) کو (۲۰۰۱/۱ء) میں موضوع بحث بنایا ہے اور دارالعلوم، القاہرہ کے تمام حسان نے ''بنی اسرائیل فی مصر '' (بنی اسرائیل مصر میں) کے موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔

(ج) فقہی تفسیر

''الاستشهاد بالقرآن لاثبات عقوبة المرتد او نفیها '' (مرتد کی سزا کے اثبات ونفی کے سلسلے میں قرآن کریم سے استدلال) کے عنوان سے جامعہ دیوریام کے دلیکان اوسولیفان کا مقالہ (۲۰۰۱/۲ء) میں شامل ہے۔

''مبدا الوكالة فی الاقتصاد الاسلامی فی ضوء القرآن '' (اسلامی معاشیات میں 'وکالۃ' رتفویض کے اصول قرآن کریم کے تناظر میں) کے عنوان سے کلیۃ التربیۃ، الریاض کے عبد بن ابراہیم ناصر کا مقالہ ہے۔

''الارهاب: روية قرآنية '' (دہشت گردی-قرآنی نقطۂ نظر) کے عنوان سے عبدالرحمٰن المطر ودی کا مقالہ (۲۰۰۴/۱ء) میں ہے۔

وجوه الانفاق المشروعة فی القرآن '' (قرآن کریم میں انفاق کے مقررہ طریقے) کے عنوان سے ادریس حامد علی کا مقالہ (۲۰۰۴/۲ء) میں ہے۔

''الآيتين ۷۸-۷۹ من سورة الانبياء وكونهما اساسا للاجتهاد '' (سورہ انبیاء کی آیت ۷۸-۷۹ اجتہاد کی اساس) کے عنوان سے حامد الجار کا مقالہ (۲۰۰۲/۲ء) میں شامل ہے۔

۲-لغوی و دلالیاتی مقالات

مجلّہ کے زیر بحث موضوعات میں اس قسم کے مقالات بھی اچھی تعداد میں ہیں۔چند نمایاں مقالات اس طرح ہیں۔

''نشاۃ الفکر اللغوی العربی وصلتہ بتاریخ القراء ات القرآنیۃ ودور قراء القرآن فیہ'' (عربی لسانیاتی فکر کا آغاز،قراءات قرآنیہ کی تاریخ سے اس کا تعلق اور قراء کا کردار) (۱-۲-۲۰۰۳/۲ء) ''اسھام النحویین فی جمع القراء ات القرآنیہ'' (قرآن کریم کی جمع وتدوین میں ماہرین نحو کا کردار) (۲۰۰۴/۱ء) ''الابعاد الدینیۃ لنظریتی التوقیف والاصلاح فی نشاۃ اللغۃ والخلاف حول المجاز'' (زبان کی ابتداء وآغاز سے متعلق توقیف واصلاح کے نقطۂ نظر کے دینی پہلو اور مجاز کے موضوع پر اختلاف) کے عنوان سے مندرجہ بالا مقالات (۱۹۹۹/۱ء- ۲۰۰۰/۱ء) لندن یونیورسٹی SOAC، کے مصطفیٰ شاہ کے ہیں۔

تمام حسان کے چند مقالات اس موضوع پر اس طرح ہیں:

''الصحۃ والجمال فی النص القرآنی'' (متن قرآنی میں صحت وجمال) (۱۹۹۹/۱ء)، ''العلاقات النسقیۃ فی النص القرآنی من جھتی التلفظ والتاویل العقلی'' (متن قرآنی میں ترتیبی تعلقات تلفظ اور عقلی تاویل کے نقطۂ نظر سے (۲۰۰۱/۲ء)، ''من وسائل الابداع فی لغۃ النص القرآنی'' (متن قرآنی کی زبان میں ابداع کے وسائل) (۲۰۰۲/۲ء)، ''المعنی الثانوی فی القرآن' (قرآن کریم میں ثانوی مفہوم) (۲۰۰۵/۱ء)، ''القرب والبعد النحوی فی النص القرآنی'' (متن قرآنی میں نحوی قرب وبعد) (۲۰۰۵/۲ء)۔

دارالعلوم،القاہرہ کے احمد مختار عمر کے مقالات کے عناوین اس طرح ہیں:

''الفاصلۃ القرآنیۃ بین ملائمۃ اللفظ ومراعاۃ المعنی'' (لفظ کی مناسبت اور معنی کے لحاظ سے قرآنی فواصل) (۱۹۹۹/۱ء)، ''المترادف الکلی والجزئی فی

النص القرآنی " (متن قرآنی میں کلی وجزئی ترادف)(۲۰۰۰/۱ء)، "تعدد جمع التکسیر للاسم المفرد فی القرآن " (قرآن کریم میں اسم مفرد کی جمع تکسیر کے متعدد طرق)(۲۰۰۱/۲ء)۔

جامعہ لیڈز کے حسین عبدالرؤف کے مقالات کے عنوانات یہ ہیں:

"الھندسة اللغویة فی القرآن" (قرآن کریم میں لسانی انجینئرنگ)(۲۰۰۲/۲ء)، "الترابط النصی والمفھومی فی النص القرآنی " (متن قرآنی میں متنی ومعنوی ربط)(۲۰۰۳/۲ء) "دراسةآلیة العرض والتطور النصی فی القرآن " (قرآن کریم میں متنی ارتقاء اور اسلوب پیشکش کا مطالعہ)(۲۰۰۵/۲ء)۔ جامعہ ٹوکیو للدراسات الاجنبیہ کے ہارکوسا کیدانی کا مقالہ "العلاقة بین الجمل الاسمیة والفعلیة فی القصص القرآنی " (قرآنی قصوں میں جملہ اسمیہ وفعلیہ کے درمیان تعلق) کے عنوان سے (۲۰۰۴/۲ء) کے شمارے میں شامل ہے۔ اور جامعہ اسلامیہ، ملیشیا کے احمد شیخ عبدالسلام کا مقالہ "امکانیة تعدد المعنی فی النصوص القرآنیة " (متون قرآنیہ میں تعدد معانی کا امکان) کے عنوان سے (۲۰۰۰/۲ء) کے شمارے کی زینت ہے۔

۳- الدراسات البیانیۃ والبلاغیۃ

اس موضوع کے تحت مقالات کی تعداد نسبتاً کم ہے: "الاعجاز القرآنی: المسارات العامة والمقاربات الفردیة " (اعجاز قرآنی: عام رجحانات اور انفرادی طرز فکر)(۲۰۰۲/۲ء)، "نقد بلاغی للقرآن " (قرآن کریم کی بلاغتی تنقید)(۲۰۰۰/۳ء) "اللغة الشعریة العبادیة فی القرآن: خصائصھا وفضائلھا " (قرآن کریم کی شعری وعبادتی زبان: خصائص وامتیازات) (۲۰۰۴/۲ء) کے عناوین سے بالترتیب سوفیا فاسلو، کایت زیری اور توماس ہوفمان کے اہم مقالات اس میں شامل ہیں۔

۴- تاریخِ تفسیر اور اس کے رجحانات کا مطالعہ

صوفی تفاسیر کے موضوع پر توبی مایر اور انابیل کیلر کے مقالات بالترتیب

”الشهرستانی و الغاز القرآن-دراسة تقییمیة للمفاهیم التاویلیة فی مقدمة تفسیره -مفاتیح الاسرار ،تفسیره للفاتحة “(شہرستانی اور قرآنی معمے: ان کی مقدمہ تفسیر مفاتیح الاسرار اور تفسیر سورہ فاتحہ میں تاویلی مفاہیم کا تنقیدی جائزہ) (۲۰۰۵/۲ء) اور ”التفسیر الصوفی کمرآۃ: القشیری مرشدا فی تفسیرہ لطائف الاشارات “ (صوفی تفسیر بحیثیت آئینہ: قشیری اپنی تفسیر لطائف الاشارات میں راہنما کی حیثیت سے) کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔

تفسیر علمی کے موضوع پر برمنگھم یونیورسٹی کے بسطامی محمد خیر کا مقالہ ”القرآن و العلم: الجدل حول مشروعیة التفسیر العلمی للقرآن “(قرآن وسائنس: قرآن کریم کی سائنسی تفسیر کے جواز پر مباحثہ) (۲۰۰۲/۲ء) ،معہد الدراسات الاسلامیۃ ، اسلام آباد کے ظفر اسحاق انصاری کا مقالہ ”التفاسیر العلمیة للقرآن فی الربع الاخیر من القرن العشرین“ (بیسویں صدی کی آخری دو دہائی میں قرآن کریم کی سائنسی تفاسیر) (۲۰۰۱/۱ء) اور جامعہ میلان کے ماسیمو کامبانینی کا مقالہ ”الھرمنیو طیقیة قضیة القرآن و العلم“ (فن تاویل: قرآن وسائنس کا مسئلہ) (۲۰۰۵/۱ء) کے شمارے میں شامل ہیں۔ اور تاریخ تفسیر کے موضوع پر بشیر نافع، عائشہ گیسنجر اور کریستوفر میلشرت کے مقالات بالترتیب ”الطاھر بن عاشور: حیاته وفکره من تفسیره للقرآن“ (طاہر بن عاشور: حیات وافکار ان کی تفسیر قرآن کے آئینہ میں) (۲۰۰۵/۱ء)، ”المرویات التفسیریة عن عائشة رضی الله عنها: دراسة فی تاثیرها و دلالاتها“ (حضرت عائشہؓ سے مروی تفسیری روایات: تاثیر وتوضیح-ایک مطالعہ) (۲۰۰۴/۱ء)، ”احمد بن حنبل و موقفه من القرآن “(امام احمد بن حنبل اور قرآن کریم کے تعلق سے ان کا موقف) عنوان سے (۲۰۰۴/۲ء) کے شمارے میں شامل ہیں۔

۵-ترجمۃ القرآن

مجلّہ کے موضوعات میں ترجمہ قرآن ،اشکالات ومسائل کو نمایاں مقام حاصل ہے اس لئے کہ عموماً اس مسئلہ کو عالم عرب سے باہر خصوصی اہمیت حاصل ہے۔اس موضوع

پر مجلّہ میں شائع ہونے والے مقالات اس طرح ہیں:

"المقارنة بين ترجمتي عبدالله يوسف علي ومحمد اسد الانجليزيتين" (عبداللہ یوسف علی اور محمد اسد کے انگریزی تراجم کا موازنہ) مقالہ نگار مظفر اقبال کا تعلق جامعہ کالیفورنیا سے ہے۔

"ترجمة القرآن وتحديات التواصل" (ترجمہ قرآن اور مواصلات کے چیلنجز) (۲۰۰۰/۲ء) کے عنوان سے جامعہ ایکسٹر کے جیمس مورلیس کا مقالہ ہے۔اس مقالہ میں قرآن کریم کے ادبی ترجمہ کی دعوت دی گئی ہے، یعنی ایک ایسے ترجمہ کی جس میں نص قرآنی سے نکلنے والے تمام مختلف پہلوؤں کو نقل کرنے کی قدرت ہو اور مختلف اسلامی معارف سے متعلق تمام میدانوں میں اس کے اثرات مرتب ہوں۔ یہ تاثیر صرف تشریعی اور عقائدی پہلوؤں پر ہی محیط نہ ہو بلکہ اس میں جمال، موسیقی اور دوسرے پہلو بھی شامل ہوں۔

جامعۃ دیوک کے بروس لارنس کا مقالہ بھی اسی مقصد کے تحت ہے۔اس کا عنوان ہے "محاكاة السجع في الترجمات الانجليزية للقرآن،من خلال دراسة خاصة لسورة الضحى والبسملة" (قرآن کریم کے انگریزی تراجم میں سجع کی نقل-سورہ ضحیٰ اور بسم اللہ کے خصوصی مطالعہ کے تناظر میں) (۲۰۰۵/۱ء)۔ ایک اور اہم مقالہ جامعہ لاجوس، نائیجیریا کے اساک.ا.اجونبیای کا "ترجمة القرآن الى اللغة اليوروبية-احدى لغات الاثنيات المسلمة في نيجيريا-وتحليلها من منظور لساني اجتماعي" (یوربی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ-نائیجیریا میں مسلم نسل کی ایک زبان-اور اجتماعی ولسانی نقطہ نظر سے اس کا تجزیہ) کے عنوان سے (۲۰۰۱/۱ء) میں شامل ہے۔س.ک.طباطبائی کے مقالہ کا عنوان ہے "واجبات مترجم القرآن تجاه القراء ات القرآنية" (قراءات قرآنیہ کے تعلق سے مترجم قرآن کی ذمہ داریاں) (۲۰۰۲/۱ء)۔

٦- مصحف کی تاریخ اور اس کے مخطوطے

مجلّہ دراسات اسلامیہ میں زیر بحث موضوعات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح

ہوتی ہے کہ مجلّہ نے تاریخ قرآن اوراس کی جمع وتدوین سے متعلق مباحث سے پہلوتہی کی ہے، کم ازکم روایتی اور اصولی بنیاد پر جو متعدد مستشرقین کے یہاں نظر آتا ہے۔لیکن اس کے باوجوداس نے دوسرے مباحث کا اس پہلو سے بھی احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے جن کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نقل قرآن کی صحت کے باب میں شکوک وشبہات پیدا کرنے والے ان مباحث سے اس نے خفیہ طور پر تعرض کرنے کی کوشش کی ہے،اس طور پر کہ وہ یکے بعد دیگرے ان استشراقی دراسات کی بنیادوں کو کالعدم کرتا ہے۔اس ضمن میں قدیم قرآنی مخطوطات پر نظر ثانی اوراس کا تجزیہ ومطالعہ بھی شامل ہیں۔

جامعہ اڈنبرہ کے یاسین دوتون علوم قرآن کے اس پہلو کا احاطہ کرنے میں منفرد ہیں۔اس موضوع پر ان کے متعدد مقالات شاملِ مجلّہ ہیں۔ان کا طویل مقالہ ''النقط الحمراء والخضراء والصفراء والزرقاء:تأملات فی تشکیل مخطوطات المصحف فی عصر مبکر '' (سرخ،سبز،پیلے اور نیلے نقطے:ابتدائی دور میں مصحف کے مخطوطات کے اعراب کے سلسلے میں غوروفکر) کے عنوان سے (۱/۱۹۹۹ء) اور (۱/۲۰۰۰ء) کے شمارہ میں شامل ہے۔''مصحف قدیم علی قراءۃ ابن عامر:دراسۃ لمخطوط مصحف یعد الاقدم للقرآن فی اوربا--من اللمکتبۃالوطنیۃ بباریس'' (ابن عامر کی قراءت کے مطابق ایک قدیم مصحف،''پیرس کی نیشنل لائبریری سے دستیاب''یورپ میں قرآن کریم کے قدیم ترین مصحف کے مخطوطہ کا مطالعہ) کے عنوان سے ان کا ایک مقالہ (۱/۲۰۰۱ء) میں بھی شامل ہے۔اس کے بعد انہوں نے ایک مقالہ ''دراسۃ لمخطوط قرآنی فی المکتبۃ البریطانیۃ مشابہ جدا للمخطوط الباریسی من حیث انہ کتب بالخط الحجازی علی قراءۃ ابن عامر '' (برٹش میوزیم میں قرآنی مخطوطہ کا مطالعہ جو ابن عامر کی قراءت کے مطابق حجازی خط میں تحریر شدہ ہونے کے لحاظ سے پیرس کے مخطوطہ سے حددرجہ مشابہ ہے) کے عنوان سے (۱/۲۰۰۴ء) کے شمارے میں تحریر کیا۔

ان دونوں مقالات سے یہ بات پایۂ ثبوت کوپہنچ جاتی ہے کہ قرآن کریم کی کتابت ابتدائی عہد یعنی عہد بنی امیہ میں ہوچکی تھی۔اس سے مصحف کی تاریخِ کتابت سے

متعلق بہت سی روایات کی صحت کی تائید اور اس پر دلائل بھی فراہم ہو جاتے ہیں۔

۷-قرآن کریم پر استشراقی مطالعات کی تنقید

یہ بات آچکی ہے کہ مجلّہ نے بعض استشراقی مطالعات بالخصوص تاریخِ قرآن سے متعلق ان کے نظریہ پر بین السطور نقد کرنے کی کوشش کی ہے۔لیکن اس میں بعض ایسے مقالات بھی شامل ہیں جس نے علوم القرآن کے کئی ایک پہلو پر استشراقی مطالعات کی براہ راست تنقید کی ہے۔اس قسم کے مقالات کی فہرست درج ذیل ہے:

(۲/۲۰۰۵ء) کے شمارے میں حسین عبد الرؤوف-جامعہ لیڈز- کا مقالہ "مناقشه لآراء ريتشارد بل فى كتابه مقدمة القرآن(١٩٥٣) حول تفكك النص القرآنى،ومحاولة طرح رؤية عن آليات العرض و التطور النصى فى الخطاب القرآنى" (متن قرآنی میں عدم ساخت کے حوالہ سے ریتشارد بل کی کتاب مقدمۃ القرآن میں مندرج آراء کا محاکمہ اور خطاب قرآنی میں اسلوب پیشکش اور متنی ارتقاء کے تعلق سے ایک نظریہ پیش کرنے کی کوشش) کے عنوان سے شامل ہے۔

"اصول القراء فى التراث الاسلامى القديم، و الأدوار الدينية السياسية التى ساهموا بها" (قدیم اسلامی ورثہ میں قراء کے اصول اور ان کا دینی وسیاسی کردار) کے عنوان سے مصطفیٰ شاہ کا مقالہ (۲/۲۰۰۵ء) میں شامل ہے۔اس مقالہ میں ان آراء کو موضوع بحث بنایا گیا ہے جن کا ارتکاز اسلامی ورثہ میں قراء کے سیاسی ودینی کردار پر ہے۔

جامعہ لندن کے محمد عبدالحلیم کے مقالہ کا عنوان ہے،"التوظيف القرآنى لقصة نوح"(قصہ نوح کی قرآنی توظیف) یہ مقالہ (۱/۲۰۰۶ء) کے شمارے میں شامل ہے۔ اس میں انہوں نے قصہ نوح کو بیان کرنے سے قرآن کریم کے مقاصد کے ضمن میں ریتشارد بیل اور ڈیفید مارشل کی ان آراء کا محاکمہ کیا ہے۔

۸-نظریات التاویل

اس موضوع پر جو مقالات شامل ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:

"القرآن والهرمنيوطيقا–التأولية:قراءة في معارضة القرآن للابوية" (قرآن اورفن تاویل: قرآن کریم کا..........)، "نحو نظرية هرمينو طيقية للقرآن" (قرآن کریم کا ہرمینوطیقیہ نظریہ)، "القرآن والتاريخ: العلاقة الخلافية :تأملات في تاريخ القرآن والتاريخ في القرآن" (قرآن کریم اور تاریخ:اختلافی تعلق، تاریخ القرآن اور تاریخ فی القرآن غور وفکر کے چند پہلو) کے عناوین سے بالترتیب اسما برلاس (کلیۃ اثاکا، نیویورک)، میشل مومیسا (جامعہ برمنگھم) اور انجلیکا نیوورث کے مقالات (۲/۲۰۰۱ء) اور (۱/۲۰۰۲ء) کے شمارے میں شامل ہیں۔

یہ ان موضوعات کا اجمالا تذکرہ ہے جو گزشتہ سات برسوں میں اس مجلّہ میں زیرِ بحث آئے ہیں^۸^۔ اس مجلّہ نے بہت جلد ہی قرآنی علوم میں دلچسپی رکھنے والے خصوصا غیر عرب مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ فہرستِ مقالات سے واضح ہے کہ مجلّہ ماہرین کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب رہا ہے، تاکہ وہ اپنے موضوع اختصاص پر مقالہ تحریر کرسکیں۔ قرآن کریم کے لغوی جائزہ میں مصطفیٰ شاہ اور تمام حسان اور قرآنی مخطوطات کی تاریخ سے متعلق مباحث میں یاسین داتون کے نام کی شمولیت اس کا واضح ثبوت ہے۔

اسی طرح مختلف نظریات کے حامل مغربی محققین کے ساتھ تعلقات استوار کرکے تاریخِ قرآن سے مغربی دلچسپی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے جو داخلی سطح پر نص قرآنی کی قراءت اور اس کے تاویلی قوانین اور استدلالی پہلوؤں کو واضح کرنے کے لئے ہیں۔ مزید برآں اس نے تاریخ قرآن سے متعلق متعدد ایسے مطالعات پیش کئے ہیں جن سے تاریخ قرآن میں جمع وتدوین کے بہت سے انتہا پسندانہ استشراقی نظریات کا بطلان ہوتا ہے، اور یہ سب کچھ اس نے عالم عربی میں موجود مناظرانہ تحریروں (Polemical writings) کے پھندے سے اجتناب کرتے ہوئے کیا ہے۔

البتہ عرب محققین اور ماہرین قرآنیات سے تعلق استوار کرنے میں مجلّہ ابھی تک کامیاب نہیں ہو پایا ہے، اس کا دائرہ بہت محدود ہے۔ بیشتر مقالہ نگاران، بالخصوص کلیہ

دارالعلوم کے اساتذہ، جن میں مجلّہ کے ایڈیٹر پروفیسر عبدالعلیم بھی ہیں اور بعض سعودی محققین کا شمار ماہرین قرآنیات میں نہیں ہے۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ایسے محققین اور ماہرین قرآنیات کی تعداد مختصر ہے جو اس مجلّہ سے متعارف ہو سکے ہیں۔ اس صورتِ حال کی ذمہ دار عربی جامعات میں روبہ زوال علمی سطح ہے، اس لحاظ سے کہ وہ دنیا میں رونما ہونے والی علمی تحقیقات سے روشناس ہوں یا علمی مجلّات میں اپنے مضامین شائع کراسکیں۔

اس لئے میری اپنی ناقص رائے میں مجلّہ کے اہداف ومقاصد کا ایک بڑا پہلو ابھی تکمیل کا طالب ہے، اور وہ قرآن کے موضوع پر اسلامی اور مغربی اختلاف ہے اس لحاظ سے کہ اختلاف مکالمہ کے انداز کا ہے یا تعمیری علمیاتی مباحثہ (constructive Epistemoligical Discours) کا۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ عرب محققین بھی اس مجلّہ میں اپنی تحقیقات کے ساتھ شریک ہوں اور غالباً اس کے لئے وہ بعض علمی اور عربی مجلّات میں تشہیر کا پہلو بھی اختیار کر سکتے ہیں تا کہ عرب محققین اس منفرد علمی مجلّہ کی سرگرمیوں سے واقف ہوسکیں اور بالخصوص اس میں عربی مقالات کی اشاعت کا انہیں ادراک ہوسکے۔

حواشی ومراجع

۱۔ اس کا پہلا شمارہ ۲۰۰۶ء میں شائع ہوا۔شاہ فہد کمپلیکس برائے طباعت مصحف شریف کے جنرل سکریٹری محمد سالم بن شدید العوفی اس کے ایڈیٹر تھے۔

۲۔ یہ مجلّہ جامعہ خیریہ للقرآن الکریم کے تحت معہد امام شاطبی سے شائع ہوتا ہے۔۲۰۰۶ء میں اس کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔جامعہ ام القری میں استاذ سلیمان بن ابراہیم عائد اس کے ایڈیٹر تھے۔مئی ۲۰۰۷ء میں مجلّہ الدراسات القرآنیۃ کے نام سے ہی ایک اور مجلّہ کی اشاعت عمل میں آئی۔جامعہ ملک محمد بن سعود الاسلامیۃ کے تحت جمعیہ علمیہ السعودیۃ للقرآن الکریم سے یہ مجلّہ شائع ہوتا ہے۔'مجلۃ الفرقان' کے نام سے ایک

قدیم غیر علمی مجلّہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے جس کی اشاعت جمعیۃ المحافظۃ علی القرآن سے ہوتی ہے۔ مذکورہ تمام مجلّات سعودی سے شائع ہوتے ہیں۔

۳۔ مصر سے ان کا تعلق ہے، کلیہ دار العلوم سے ان کی فراغت ہے۔ علوم القرآن کے میدان میں ان کی مختلف تصانیف ہیں۔ ان کی ایک کتاب ہے Understanding the Quran: Themes and Style, 1999، قرآن کریم کا ترجمہ بھی انہوں نے کیا ہے اور یہ ۲۰۰۴ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے شائع ہوا ہے۔ سید بدوی کے تعاون سے الفاظ کے قرآنی استعمال سے متعلق ایک عربی انگریزی معجم کی اشاعت بھی ۲۰۰۷ء میں دار بریل سے ہوئی ہے۔ پروفیسر عبد العلیم اپنے مرکز میں ہر دوسرے سال قرآن سے متعلق ایک کانفرنس بھی منعقد کرتے ہیں۔

۴۔ یہ اداریہ سے ماخوذ ہے جس کے ذریعہ ۱۹۹۹ء میں اس کے پہلے شمارے کے عربی گوشہ کا آغاز ہوا ہے۔

۵۔ مجلّہ کے پہلے شمارہ کے اداریہ سے ماخوذ

۶۔ اس مطالعہ میں بعض ان حجازی نحویین کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جن کا نحوی تجزیہ میں اہم کردار ہے اور جنہیں کوفی و بصری نحویین کے اساتذہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۷۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیل رنبسون کو قرآنی سورتوں کی ساخت کے مطالعہ اور اس کے اطراف کے درمیان ربط و ہم آہنگی کے اثبات سے کافی دلچسپی ہے۔

۸۔ قرآن کریم سے متعلق بعض اجتماعی وانترلوجی مطالعات بھی شامل ہیں مثلا (جامعہ نورث کارولینا) کے ہیربرت بیرغ کا مطالعہ "حرکات الامریکیین الافارقۃ المسلمین الاولیٰ وصلتها بالقرآن" کے عنوان سے (۲۰۰۶/۱ء) میں شامل ہے۔